حفاظت حدیث اور محدثین کی فنی باریکیاں

ابوحذیفہ عبدالماجد رفیق

حفاظت حدیث کے لیے محدثین کے ہاں رائج فنی باریکیاں، کڑی تنقید اور احتیاطی تدابیر ہر دور کے اندر علمی دنیا میں قابل ستائش رہی ہیں۔ حفاظت حدیث کے لیے اسی مبارک جماعت سے وابستہ لوگوں نے ہر نازک اور کڑے وقت میں اپنے آپ کو پیش کیا، رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ کی طرف سے مدافعت کی، شہر بشہر، قریہ بقریہ گھوم پھر کر بڑی عرق ریزی کے ساتھ احادیث کو جمع کیا اور ان کی روایت کرنے والوں کے حالات کو محفوظ کیا۔

قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ مبارک ذخیرہ بحفاظت پہنچانے کے لیے اسانید کو رواج دیا، راویان حدیث کی عدالت وضبط کو پرکھنے کے لیے زبردست اصول اختیار کیے جس کی بدولت احادیث کا قیمتی ذخیرہ منافقین اور ملحدین کی شاطرانہ چالوں، روافض اور اہل بدعت کی خطرناک دسیسہ کاریوں سے محفوظ رہا۔

وضع حدیث (یعنی اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا) اسلام دشمن فرقوں کی وہ خطرناک چال تھی جو اگر چل جاتی تو یہ دین اسلام کی مستحکم عمارت کو وہ نقصان پہنچاتی جو اسلام کا بڑے سے بڑا طاقت ور دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا، پھر اسلام کی وہ صاف وستھری صورت باقی نہ رہتی جس پر اللہ تعالیٰ نے اس دین کو پسند کیا تھا بلکہ اس کا حلیہ بدل جاتا اور یہ پچھلی قوموں کی طرح ایک ناقابل عمل داستان وچیستان بن جاتا' مگر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو فریب کاروں اور دجالوں کی حرکات کا خوب پتہ تھا اس لیے قدرت کی طرف سے اس پسندیدہ دین کی حفاظت کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب کیا گیا جنہیں دنیا ''محدثین'' کے عالی شان لقب سے یاد کرتی ہے۔

محدثین کی قسمیں :

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان حضرات محدثین کی جماعت مختلف قسم کے ذوق ورجحانات رکھنے والوں پر مشتمل تھی، کچھ لوگ ایسے تھے جو صرف متن واسناد کو بخوبی یاد کرنے اور اس کے لیے جستجو کرنے والے تھے، کچھ ایسے بھی تھے جو اس کے ساتھ ساتھ ان کے معانی اور مفاہیم کو بھی یاد کرتے تھے، بعض لوگوں کو راویان حدیث کے متعلق تفصیلی معلومات جمع کرنے کا زیادہ اہتمام تھا' جبکہ بعض کو صرف متن وسند کی طرف توجہ تھی اور راویوں کے تفصیلی حالات کی طرف چنداں توجہ نہ تھی، کچھ لوگ ایسے تھے جو احادیث کو صرف حافظہ میں رکھتے تھے اسی پر ان کو اعتماد تھا جبکہ دوسرے لوگوں کو

حافظہ کے ساتھ کتاب کی شکل میں بھی جمع کرنے کا اہتمام تھا، انہی محدثین میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مختلف احکام کی روایات کو جمع کر کے ان میں غور کرتے، اقوال صحابہ کی روشنی میں ان پر نظر ڈالتے اور اسی کے لیے وہ مجالس کا اہتمام کرتے اور لوگ ان کے پاس آ کر زندگی کے نت نئے مسائل پوچھتے اور ان سے اس کا حل دریافت کرتے، محدثین میں ہر طرح کے ذوق ورجحانات رکھنے والے لوگ موجود تھے اور ذوق ورجحانات میں اختلاف کے باوجود سب نے اپنی اپنی جگہ حدیث کی بخوبی خدمت انجام دی۔

انسانی حافظہ ایک بہترین ریکارڈر

عربوں کی غیر معمولی فطری صلاحیتوں اور قومی روایات کے مطابق ابتدائی دور میں حدیث کی بھی حفاظت کے لیے بنیادی ذریعہ تحریر کے بجائے حافظہ ہی تھا، کتابتِ حدیث کو اس زمانے میں ثانوی حیثیت دی جاتی تھی، چنانچہ جو شخص حدیث کو صرف کتاب کی شکل میں محفوظ رکھنے پر اکتفاء کرتا تھا، حلقۂ محدثین میں اس کی قدر ومنزلت کم ہوتی تھی، اس کے برخلاف جو راویانِ حدیث اپنی خداداد صلاحیتوں سے بخوبی فائدہ اٹھاتے ہوئے احادیث کو سینے میں محفوظ رکھتے' اسی پر ان کو اعتماد ہوتا تھا، ان کی علمی حیثیت زیادہ تھی اور ان کا مقام بلند سمجھا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اندر ایسے ایسے لوگوں کو پیدا کیا جن کے حافظہ کے واقعات سن کر عقل دنگ رہ جاتی تھی، کیلکولیٹر اور کمپیوٹر کے دور کا انسان ان کے حافظے کے واقعات کو پڑھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے، صنعتی ترقی اور انسانی پستی کے اس دور میں پیدا ہونے والا انسان اس بات پر نہایت ہی تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ ایک ایک محدث کو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں سندوں کے ساتھ کیوں کر یاد ہوا کرتی تھیں، اس کو پتہ نہیں کہ جس طرح وہ لوگ حدیث کو سندوں کے ساتھ یاد رکھا کرتے اور اس کی بدولت محفوظ شکل میں جو حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں اسی طرح ان حضرات کے عجیب وغریب واقعات بھی نقد وجرح کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی ہم تک پہنچائے گئے ہیں، چانچہ حدیث، راویان حدیث اور اصول حدیث پر لکھی جانے والی تمام کتابوں اور ان کے قابل اعتماد نسخوں کی سندیں ہر پڑھنے والے کے دستخط اور تاریخی شہادتوں کے ساتھ آج بھی دنیا بھر کے علمی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

محدثین کے چند ناقابل فراموش واقعات

امام بخاریؒ کے مشہور استاد علی بن مدینیؒ کے شیخ ابو معاویہؒ نابینا تھے لیکن اس کے باوجود امام علی بن مدینی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے ڈیڑھ ہزار احادیث سن کر لکھی ہیں۔ حضرت جریرؒ کا بیان ہے کہ ہم امام اعمشؒ کے پاس سے حدیثیں سن کر اٹھتے تھے تو ایک دوسرے سے ان کا مذاکرہ کیا کرتے تھے ہم سب میں ابو معاویہ سے زیادہ کسی کو یاد نہ ہوتا تھا، خود ابو معاویہ کا بیان ہے کہ آنکھ والے لوگ امام اعمش کی مجلس میں میرے محتاج تھے ان کے تمام شاگرد میرے پاس آتے تھے اور میں امام اعمش کی سنائی ہوئی تمام احادیث انہیں سنا دیتا تھا اور ان کے شاگرد لکھ لیتے تھے۔(۱)

اسی طرح امام احمد بن صالحؒ کا بیان ہے کہ ابن وہبؒ نے ایک لاکھ احادیث بیان کی ہیں۔(۲)

یزید بن ہارونؒ کا اپنے متعلق بیان ہے کہ مجھ کو چوبیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں۔ یحییٰ بن ابی طالب

،یان ہے کہ میں نے یزید بن ہارونؒ کو بغداد میں حدیثیں بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کی مجلس میں ستر ہزار آدمی شریک تھے۔(۳)

امام ابوزرعہؒ، امام احمدؒ سے متعلق فرماتے ہیں کہ، امام احمدؒ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔(۴)

ابوداؤد خفافؒ، امام بخاریؒ کے جلیل القدر شیخ امام اسحٰق بن راہویہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے گیارہ ہزار احادیث اپنے حافظہ سے لکھوائیں، پھر ان کو اپنی کتاب سے پڑھ کر سنایا تو نہ کہیں کسی حرف کی کمی تھی نہ زیادتی، اور یہی امام ابوداؤد خفافؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسحٰق بن راہویہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک لاکھ احادیث کو اپنی کتاب میں لکھا ہوا دیکھتا ہوں اور تیس ہزار احادیث میں تسلسل اور ترتیب کے ساتھ بیان کر سکتا ہوں۔(۵)

امام بخاریؒ کا حافظہ بہت مشہور ہے، حاشد بن اسماعیل امام بخاری کے حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ام بخاری احادیث سننے کے لیے ہمارے ساتھ محدثین کی مجلسوں میں جایا کرتے تھے ہم تمام احادیث لکھ لیتے تھے لیکن نہ لکھتے تھے، اس بارے میں ان سے کبھی ہم کچھ کہتے تو وہ جواب نہیں دیتے تھے، آخر ایک دن انہوں نے کہا کہ تم نے ب تک جتنی بھی احادیث لکھی ہیں وہ سب مجھے دکھاؤ، ہم نے دکھائیں تو وہ پندرہ ہزار سے زائد احادیث تھیں، اس کے بعد انہوں نے وہ تمام لکھی ہوئی احادیث ہمیں واپس کر دیں اور ان حدیثوں کو زبانی سنانے لگے اور سب کی سب سنا لیں اور ان کے حافظہ سے ہم نے اپنی احادیث کی غلطیوں کو صحیح کیا، اس کے بعد کہنے لگے کہ تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ اپنا وقت برباد کرنے کیلیے روزانہ یہاں آتا ہوں۔(۶)

امام بخاریؒ خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔(۷)

جن حضرات محدثین کو حیرت انگیز اور کمال کے حافظہ سے نوازا گیا تھا انہیں لوگوں میں سے ایک عظیم محدث ابوزرعہؒ کا اسم گرامی بھی شامل ہے، حافظ ابوبکر رازی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس امت میں ابوزرعہ سے کوئی حافظ نہیں، انہیں سات لاکھ حدیثیں یاد تھیں نیز امام ابوحنیفہؒ کی تمام کتابیں آپ نے چالیس دن میں یاد کر لیں (۸)۔

مشہور ہے کہ ان کے پاس ایک مرتبہ کوئی شخص آیا اور آ کر کہنے لگا کہ میرے منہ سے یہ نکل گیا ہے کہ ابوزرعہ کو لاکھ حدیثیں یاد نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے تو ابوزرعہ نے فرمایا کہ جاؤ تمہاری بیوی مطلقہ ہونے سے بچ گئی، مجھے لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے کسی شخص کو "قل ھو اللہ" یاد ہوتی ہے۔(۹)

امام شعبیؒ ایک جلیل القدر تابعی ہیں انہیں آپ ﷺ کے غزوات کا سب سے زیادہ علم تھا، ایک مرتبہ وہ ﷺ کے واقعات بیان کر رہے تھے کہ پاس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا گزر ہوا، انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں آپ کے ساتھ غزوات میں خود شریک تھا مگر شعبی کو مجھ سے زیادہ ان غزوات کا علم ہے اور وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہے شعبی خود کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی چیز نہیں لکھی مگر حافظہ اتنا قوی اور مضبوط ہے کہ کوئی شخص جو بھی حدیث بیان ے میں اس کو نہیں بھولتا اور نہ ہی میں نے کبھی استاد سے وہ حدیث دوبارہ بیان کرنے کا مطالبہ کیا، یہ حال صرف

حدیث ہی کا نہیں تھا بلکہ امام شعبیؒ کو اشعار بھی بکثرت یاد تھے، فرماتے ہیں کہ مجھے اشعار بہت کم یاد ہیں لیکن اگر تمہیں اشعار سنانا شروع کروں تو اتنے اشعار یاد ہیں کہ ایک مہینے تک کوئی بھی شعر مکرر اور دوبارہ نہیں سناؤں گا۔(۱۱)

آخر میں امام زہریؒ کے حافظہ کا حال ملاحظہ فرمائیں، امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے جو علم اپنے سینے میں رکھ لیا اس کو کبھی نہیں بھولا، سعیدؒ کا بیان ہے کہ امام زہری سے ایک شخص نے حدیثیں لکھوانے کی درخواست کی انہوں نے اس کو چار سو حدیثیں لکھوادیں، ایک مہینے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ پہلی لکھی ہوئی حدیثیں مجھ سے گم ہوگئی ہیں، زہریؒ نے وہی حدیثیں دوبارہ لکھوادیں، جب اس نے دونوں لکھی ہوئی حدیثوں کا مقابلہ کیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا۔(۱۲)

نیز یہ بھی امام زہریؒ کا بیان ہے کہ میں نے کسی حدیث سے متعلق کبھی دوبارہ بیان کرنے کے لیے استاد سے نہیں کہا اور نہ ہی کسی حدیث میں کبھی شک ہوا، صرف ایک دفعہ ایک حدیث میں شک ہوا تھا مگر اس سے متعلق بھی جب میں نے اپنے ہم سبق سے پوچھا تو وہ اسی طرح تھی جس طرح میں نے اسے یاد کیا تھا۔(۱۳)

یہ محدثین کے غیر معمولی حافظہ اور اہتمام کی چند مثالیں ہیں ورنہ تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابیں ایسے سینکڑوں واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ عصر حاضر کے بے مثال محقق، مشہور ناقد اور عظیم محدث ''مولانا عبدالرشید نعمانی'' نے بالکل صحیح فرمایا ہے:

> ''نظر کو بلند تر کیجیے، جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ نہ اہتمام کیا ہوگا، آج جبکہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کر کے اسے بالکل بیکار اور مضمحل بنادیا ہے اور مطابع کے عالم وجود میں آجانے کے باعث جو علم کہ اگلے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے، حفظ حدیث کے واقعات کو کتنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے، سلف کا ایک دور تھا کہ جب کتاب کا مسلمانوں میں بالکل رواج نہ تھا اور لوگ اپنے نوشتوں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے کہ مبادا ہم پر سوء حفظ کی تہمت نہ لگ جائے، اس دور میں کاغذ وقلم کی مدد کو عار سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ اساتذہ سے سنتے اسے صفحۂ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا تھا، یہی وہ زمانہ تھا جب ''علم سینہ بہ از علم سفینہ'' پر صحیح معنوں میں عملدرآمد تھا''۔(۱۴)

فنی باریکیاں

حافظہ چونکہ ایک انسانی قوی ہے جو دوسری صلاحیتوں کی طرح بیماری، عوارض اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ متاثر ہوجاتا ہے، محدثین نے اس کمزوری کا بھی بروقت تدارک کیا کہ مبادا یہ کمزوری حدیث پر اثر انداز نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لیے بھی ایسے قوانین اور ضابطے بنائے جن کا خیال رکھتے ہوئے راویان حدیث کے حافظوں کو پرکھنا ان کے لیے ذرا بھی مشکل نہ رہا، ان قوانین کی روشنی میں انہوں نے ان تمام راویان حدیث کی نشاندہی کردی تھی جن کے حافظے میں عمر کی زیادتی، بیماری یا کسی اور وجہ سے خلل پڑ گیا تھا اور اس خلل کی وجہ سے حدیث بیان کرتے وقت انہیں

راویوں کے ناموں یا الفاظِ حدیث میں سہو ہوجاتا تھا، محدثین نے ان ناقص الضبط رواۃ احادیث کی اس کمی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان تمام احادیث کو ناقابل احتجاج قرار دے دیا جو ان سے حافظہ میں تغیر پذیری کے بعد مروی ہیں۔

یہ بات صرف محدثین ہی کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ ان سے بھی پہلے حضرات صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث میں بے حد محتاط رہتے تھے، چنانچہ بعض صحابہ کرام صرف اس خوف سے کہ بیان کرنے میں کچھ کمی بیشی نہ ہوجائے بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے جیسا کہ حضرت زبیرؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔(۱۵)

حضرت انسؓ کا یہ حال تھا کہ جس حدیث میں ان کو ذرا بھی شبہ ہوجاتا کہ یہ حدیث خوب اچھی طرح مجھے یاد نہیں ہے تو وہ اس کو بیان ہی نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ''اگر غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تب میں یہ حدیث بیان کرتا''۔

امام ربانی محمد باقرؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر کو سب سے زیادہ اس بات کا اہتمام تھا کہ حدیث میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہ ہو، چنانچہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی: " بني الاسلام علی خمس ، شهادة أن لا اله الا الله وأن محمداً رسول الله ، واقام الصلوة و ايتاء الزكاة و صيام رمضان والحج " ان کے بیان کرنے کے بعد مجلس میں کسی شخص نے اس حدیث کو دہرایا تو یوں کہہ دیا ''والحج وصیام رمضان'' ابن عمرؓ نے اس کو فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ ایسے نہیں بلکہ ''وصیام رمضان والحج'' ہے، میں نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔(۱۶)

غور فرمایئے کہ باوجود اس کے کہ معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی تھی پھر بھی جس ترتیب سے حدیث کے الفاظ آنحضرت ﷺ سے سنے تھے ان میں معمولی سا تغیر بھی گوارا نہ تھا۔

اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق ''تذکرۃ الحفاظ'' میں بیان ہے کہ: ''ان کا شمار ان حضرات میں ہے جن کو ادائے حدیث میں بے حد احتیاط اور روایت کے باب میں بڑا تشدد تھا اور وہ اپنے شاگردوں کو الفاظ حدیث ضبط کرنے میں سستی کرنے پر بہت ڈانٹتے تھے''۔

اسی احتیاط کا تقاضہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتے تھے کہ جب تم حدیث کی روایت کرنے کا ارادہ کرو تو پہلے اس کو تین دفعہ دہرا لیا کرو۔(۱۷) نیز اسی شدت احتیاط ہی کی وجہ سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بڑی تاکید تھی کہ آنحضرت ﷺ سے حدیثوں کی روایت کم کی جائے' جب احتیاط کا یہ عالم تھا اور حدیثوں کی روایت سے بھی چارہ کار نہ تھا تو لازمی طور پر حدیثوں کو یاد رکھنے اور بعینہ ان کو حافظہ میں محفوظ رکھنے کا بھی انتہائی اہتمام کیا گیا' اس حالت میں بھول چوک سے حدیثوں کا کچھ سے کچھ ہوجانا بہت مشکل اور ناممکن ہی نہیں بعید از قیاس بھی تھا۔(۱۸)

کچھ عرصے تک تو حفاظت حدیث کے سلسلے میں حافظہ ہی پر اعتماد کیا جاتا رہا اور زمانہ یوں ہی گزرتا رہا یہاں تک کہ ہمتیں کمزور پڑ گئیں اور انسانی حافظہ خطا کھانے لگا تو پھر وہ حفاظت کا معیار اور پیمانہ ہی بدل گیا' محدثین نے ا انسانی کمزوری کو سامنے رکھ کر کتابت حدیث کو وہ حیثیت عطا کی جو اس سے قبل انسانی حافظہ کو حاصل تھی' جس طرح پہلے حافظے سے حدیث بیان کرنے کے لیے کچھ قوانین طے کیے گئے تھے اب اس کتابتِ حدیث کے لیے بھی ایسے

ٹھوس قوانین بنائے گئے جو اپنے اندر ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اور فنی باریکیوں کو سموئے ہوئے تھے پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس زمانے میں جن محدثین کی عادت کتاب سے حدیث بیان کرنے کی تھی ان میں سے اگر کسی کی حدیث کی کتاب گم ہوگئی یا آگ میں جل گئی تو ایسے لوگوں کے ناموں کی بھی تعیین کردی گئی تاکہ اگر وہ بعد میں ان لکھی ہوئی حدیثوں کو حافظے سے بیان کریں تو ایسی احادیث کی خوب چھان پھٹک کی جا سکے اور اگر وہ حفاظ متقنین کی احادیث کے خلاف ہوں تو انہیں مسترد کیا جا سکے۔(۱۹)

زمانے کے شب و روز اسی نہج پر گزرتے رہے اور احادیث مختلف کتابوں میں مدون ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ تدوین حدیث اپنی انتہاؤں کو چھونے لگی اور فن جرح و تعدیل کے نام سے ایک نئے فن کی بنیاد پڑی جس میں ایک طرف تو راویان حدیث کی چھان پھٹک ہوتی تھی اور ان کے حافظے، عدالت اور ضبط وغیرہ کے بارے میں تبصرے ہوتے تھے تو دوسری طرف خود ان مبصرین کی بھی کڑی نگرانی کی جاتی تھی، اس تنقیدی علم کے ذریعہ ان محدثین کا بھی محاسبہ ہونے لگا جو حدیث کے معاملہ میں دوسروں کی غلطیوں پر نظر رکھنے اور ان کی نشاندہی کرنے والے تھے، یہاں تک کہ کسی راوی میں ایسی مبہم جراح کو ناقابل اعتماد گردانا جانے لگا کہ جس کا ان جرح کرنے والے نے کوئی معقول سبب نہ بیان کیا ہو جو واقعی اس راوی کی عدالت کو مجروح اور متاثر کر سکے۔(۲۰) یہی وجہ ہے کہ محققین نے ان تمام رواتِ حدیث کو قابل احتجاج قرار دیا ہے جن پر ائمہ کا کلام یا تو مبہم ہے یا اس میں شدت غضب اور مذہبی تعصب کا کوئی ادنیٰ سا پہلو نظر آتا ہے۔

محدثین کی یہ ساری تگ و دو اور راویوں پر کلام کرنا، اس سے ان کا مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، دین کی حفاظت اور آپ ﷺ سے والہانہ تعلق تھا، انہی محدثین کی خدمات، احتیاطی تدابیر اور فنی باریکیوں کی رعایت کا یہ اثر ہے کہ آج دین اسلام کلام اللہ اور کلام الرسول کی شکل میں بالکل منقح صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے، انہی علوم اور انسانی تاریخ کے اس مستند اور با اعتماد ذریعے پر نہ صرف مسلمانوں کو فخر ہے بلکہ تاریخ انسانی میں بھی یہ امتیاز کسی دوسرے گروہ اور مذہب کو حاصل ہی نہیں۔

☆......☆......☆

حوالہ جات

(1) سیر اعلام النبلاء ۳۰/۵۱۷، طبع بیت الافکار الدولیۃ، بیروت (2) الجرح والتعدیل، ۵/۲۳۵، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت (3) تھذیب الکمال، ۳۲/۲۶۸، ۲۶۹، طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت (4) سیر اعلام النبلاء، ۱/۹۲۲ 5۔ تھذیب الکمال، ۲/۳۸۵ (6) سیر اعلام النبلاء، ۳/۳۳۲۸ (7) سیر اعلام النبلاء، ۳/۳۳۳۰ (8) تھذیب الکمال ۱۹/۹۸ (9) تھذیب الکمال، ۱۹/۹۷، ۹۸ (10) وفیات الاعیان، ۶/۲ الترجمہ ۳۱۷، طبع دار احیاء التراث (11) سیر اعلام النبلاء، ۲/۲۱۰۲ (12) تھذیب الکمال، ۲۶/۴۳۸ (13) أیضا، ۲۶/۴۳۵ (14) امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۵۲، طبع میر محمد (15) صحیح البخاری: کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبي رقم الحدیث: ۱۰۷، طبع دار السلام، ریاض (16) صحیح مسلم: کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۱۱۱ (17) سنن الدارمي: باب مذاکرۃ العلم، ص ۱۶۸، رقم الحدیث: ۱۵/۶۱۳، طبع دار المعرفۃ، بیروت (18) اعظمی، مفکر ۃ الہند، حبیب الرحمن، نصرۃ الحدیث ص ۳۴، ۳۵۔

(19) کچھ اس طرح کا معاملہ محدثین نے ابن لہیعہ کے ساتھ کیا ہے، ان کی کتابیں جل گئی تھیں اور انہوں نے اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے حدیثیں بیان کرنا شروع کردیں جس کی وجہ سے ابن لہیعہ کی شخصیت محدثین کے حلقوں میں موضوع بحث بنی رہی۔ دیکھیئے: امام ذہبی کی سیر اعلام النبلاء ۲/۳۳۲۷۔

(20) لکنوی، امام عبدالحیٔ، الرفع والتکمیل ص ۱۰۵، طبع دار البشائر۔